رسن بستہ شرافت

کربلا میں دراصل ظلم اپنی ایجادیں تاریخ کے حوالہ کررہا تھا۔معذور و مجبور تاریخ بھی ظلم وجفا کے نئے نئے انداز کا مشاہدہ کررہی تھی۔ انہی میں اہل حرم کی اسیری، بے پردگی اور تشہیر (شہر شہر پھرانا) بھی تھی۔ یہ بظاہر الگ الگ قسم کی ستمرانیاں غالباً ظلم وجور کے ایک ہی 'منصوبہ' کا حصہ تھیں، وہ بھی غالب اور حتمی (Final) حصہ یعنی Climax۔

یوں تو ظلم کے لئے یہ طریقے نہیں تھے، خصوصاً قبائلی سرداری اور ملکی راج (اس زمانہ تک جو بھی تصور ہو) کے واسطے یہ پرانے بربری ہتھکنڈے بلکہ اظہار برتری کا پیرایہ اور اقتدار کی جان تھے۔ پھر بھی کربلا میں اس کا استعمال جیسے کیا گیا اور جس کے مقابلہ میں کیا گیا، وہ بہر حال ایجاد کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ دور جاہلیت کے عرب کو اپنی روایت اور قدیم دستور عزیز تھے۔ کسی عرب خصوصاً خاندانی عرب کی لاش کا پامال کیا جانا یا اس کی عورتوں کا قید کیا جانا بھی عرب دستور کے خلاف تھا۔ اسلام میں تو قید و بند یا لاش کی پامالی کا سرے سے ہی کوئی سوال نہ تھا۔ اس کے باوجود کربلا میں عرب (بلکہ عرب نام پر کلنک) اور پھر اسلام کے نام لیوا کے ذریعہ یہ سب روا رکھا گیا۔ ظاہراً یہ صرف اقتدار کا وقتی نشہ اور ستم ایجادی کا جنون نہیں بلکہ ایک بڑی ہی سوچی سمجھی سازش تھا۔ ایسا لگتا ہے، اہل حرم کی اسیری کے پردے میں یزید اور یزیدی کارندے یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ 'یہ جن پر فتح پائی گئی' وہ کوئی خاندانی عرب نہیں بلکہ غلام بنائے جانے کے قابل کسی قوم کے افراد ہیں۔

امام زین العابدینؑ سے منسوب یہ شعر بھی کچھ اسی سمت اشارہ کرتا ہے۔

اُقَادُ ذَلِیلاً فِی دَمَشْقَ کَاَنَّنِیْ مِنَ الزَّنْجِ عَبْدٌ غَابَ عَنْہُ نَصِیْرٌ

(مجھے دمشق میں اس ذلت وخواری کے ساتھ لایا گیا تھا جیسے میں اس لاوارث غلام کی طرح ہوں جس کا آقا اس سے دور اور اس کا کوئی ناصر نہ ہو)۔

جناب ثانی زہراؑ نے بھی اپنے ایک خطبہ میں اس غلامانہ قید و تشہیر کا ذکر کیا ہے۔

کچھ بھی ہو اہلبیتؑ کی سب جان اور مال لوٹ لینے کے بعد بھی انہیں جس ذلت وخواری کے اندھے کنویں میں دشمن ڈھکیلنا چاہتے تھے اس سے وہ کچھ حاصل نہ کرسکے۔ اُلٹے خود ہی ذلت کے اس گہرے گڈھے میں گر گئے کہ جس سے کبھی ابھر نہ پائے۔ یہ بیمار کربلا اور ان کے قافلہ صداقت کے نوایجاد ابلاغی اسلحہ اور 'مظلومیت' کی اچوک سپر کا کارنامہ ہے کہ قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہوگیا اور اسلام جی گیا۔

(م۔ر۔عابد)